© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

اشارات

الاخوان المسلمون کا کرنل ناصر کے ہاتھوں جو حشر ہوا ہے، اور اس ضمن میں عدل و انصاف کا جس طرح خون کیا گیا ہے، اور انسانی جان اور ناموس کی جس انداز سے بے حرمتی ہوئی ہے وہ کوئی ایسی ڈھکی چھپی داستان نہیں جس سے دنیا بے خبر ہو۔ خود مغربی اخبارات میں اس ظلم و ستم کی وقتاً فوقتاً جو خبریں شائع ہوتی رہی ہیں انہیں پڑھ کر سنگدل سے سنگدل انسان بھی لرز جاتا ہے اور وہ اس سوچ میں پڑ جاتا ہے کہ کیا اس دنیا میں انسان آباد ہیں یا یہ ہماری نظر کا دھوکا ہے ؟ ہمیں یہاں جو انسانی بستیاں نظر آتی ہیں وہ کہیں درندوں اور وحشی جانوروں کے بھٹ تو نہیں ہیں جنہیں ہماری نظر نے غلطی سے انسانی آبادیاں سمجھ رکھا ہے ؟

اگر دنیا کا ہر انسان اور دنیا کی ہر قوم ظلم و استبداد کو ایک ہی انداز سے دیکھتی اور اس پر ایک ہی طرح کا ردِعمل ظاہر کرتی تو شاید انسانیت ذہنی اعتبار سے کبھی اتنی پریشان نہ ہوتی۔ ظلم سے بھی بڑھ کر پریشانی انسانیت کو اُس وقت ہوتی ہے جب وہ تہذیب و تمدن کی دعویدار قوموں کے اقوال و افعال میں شدید تضاد دیکھتی ہے اور جب وہ عدل و انصاف کے علمبرداروں کو حق و انصاف کا خون کرتا ہوا پاتی ہے۔ اگر انسانیت کو اس بات کا پوری طرح یقین ہو جاتا کہ انسان اب انسان نہیں رہا بلکہ خونخوار درندہ بن گیا ہے اور اس بنا پر اُس سے کسی خیر، بھلائی، شرافت اور انصاف کی توقع بیکار ہے تو وہ انسان سے، اُس کے مستقبل سے، اُس کے جذبۂ رحم اور انصاف سے یکسر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مایوس ہو کر بیٹھ جاتی۔ مگر اسے کیا کیجیے کہ مغربی قومیں مشرقی اقوام کو وہ سکون بھی نصیب نہیں ہونے دیتیں جو انسان کو انتہائی مایوسی کے عالم میں ملتا ہے۔ مشرق کی اِن بدنصیب اقوام کی حالت اہلِ مغرب نے اُس پیاسے کی سی بنا رکھی ہے جو لق و دق صحرا میں پانی کی تلاش میں نکلتا ہے مگر سوائے سراب کے اُسے کوئی ایسی چیز ہاتھ نہیں آتی جو اُسے تسکین عطا کر سکے۔ آپ اُس سیاہ بخت انسان کی حالت کا خود اندازہ لگائیں جو پیاس سے نڈھال چلچلاتی دھوپ اور تپتی ہوئی ریت کے اندر میلوں کی مسافت اس اُمید پر طے کرتا ہے کہ اُسے پانی کا ٹھنڈا چشمہ ملیگا۔ لیکن وہ سفر کی ساری دشواریاں برداشت کرنے کے بعد جب وہاں پہنچتا ہے تو اُسے یہ کرب ناک احساس ہوتا ہے کہ یہ تو محض فریبِ نظر تھا۔ کیا اس شخص کے حق میں یہ اچھا نہ تھا کہ اسے اس فریب میں مبتلا ہی نہ کیا جاتا اور وہ ایک غلط امید پر جینے کے بجائے سکون کے ساتھ موت کی آغوش میں چلا جاتا؟

انسان کو دو ہی چیزیں ذہنی سکون اور قلبی اطمینان بخش سکتی ہیں۔ یا تو یہ اطمینان کہ وہ جس سمت بھی خلوص اور تدبر کے ساتھ قدم اٹھا رہا ہے اُس پر چل کر وہ گوہرِ مقصود پالیگا اور جن افراد اور اداروں پر وہ بھروسا کر رہا ہے وہ اُسے کبھی دھوکا نہ دیں گے۔ یا پھر یہ احساس کہ دنیا سراسر دھوکا ہے، یہاں کسی شخص یا قوم پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا، عدل و انصاف یہاں کسی چیز کا نام نہیں ہے اور آزادی و حریت محض بے معنی الفاظ ہیں۔ اس دوسری صورت میں کم از کم یہ تو ہوگا کہ آدمی کو کامل مایوسی ہو جائے گی، وہ اپنے عزائم اور ارادوں کے خود مدفن تیار کر کے ان کے گرد بیٹھ جائے گا اور امیدوں کا کوئی دیا جلا کر اپنے سکونِ خاطر کو درہم برہم کرنے کے سامان نہ کرے گا

مغربی اقوام نے مشرقی قوموں، اور خصوصاً مسلمانوں پر جو مختلف مظالم کیے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ جب اِن کی طرف سے یکسر مایوس ہونے لگتے ہیں تو یہ آزادی اور حریت کے سراب دکھا کر انہیں پھر اس فریب میں مبتلا کر دیتی ہیں کہ عدل و انصاف کی متاعِ گراں اُن کے ہاں سے ضرور حاصل ہو گی۔ وہ بے چارے پھر ان کی رکاب تھام کر ان کے ساتھ بھاگنا شروع کر دیتے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہیں اور ایک طویل سفر کی کلفتیں برداشت کرنے کے بعد جب حقائق ان کے سامنے آتے ہیں تو پھر ہمت ہار کر بیٹھ جاتے ہیں۔

آپ کو اگر مسلمانوں کی اس حکایتِ تشنہ و سراب کا دردانگیز منظر دیکھنا ہو تو ذرا مغربی پریس کے اس طرزِ عمل کو دیکھیں جو اس نے مسلم ممالک کے معاملہ میں اختیار کر رکھا ہے۔ یہ پریس ایک طرف آزادی، جمہوریت، رواداری، انسانی حقوق کے احترام اور عدل و انصاف کے اصولوں کی حمایت کے بلند بانگ دعوے کرتا ہے۔ دوسری طرف اس کا حال یہ ہے کہ اگر کسی مسلمان ملک میں کوئی ایسی حکومت قائم ہو جائے جو اسلام کی برائے نام بھی پاسداری کرتی نظر آتی ہو تو اس کی ذرا ذرا سی غلطیوں کو یہ خوب اچھالتا ہے اور یہ شور مچا مچا کر زمین و آسمان سر پر اٹھا لیتا ہے کہ وہاں آزادیاں کچلی جا رہی ہیں اور انصاف کا خون کیا جا رہا ہے اور جمہوریت کا گلا گھونٹا جا رہا ہے۔ مگر جب کسی مسلمان ملک میں خود مسلمانوں کے ہاتھوں اسلام کی بیخ کنی ہوتی نظر آئے اور اسلام کے لیے کام کرنے والوں پر ظلم توڑنے میں عدل و انصاف اور آزادی و جمہوریت کے سارے اصول پامال کر ڈالے جائیں تو یہی پریس اپنے ان تمام دعووں کو قطعی فراموش کر دیتا ہے اور اُلٹا ان لوگوں کی پیٹھ ٹھونکنے میں لگ جاتا ہے جو ان کی یہ منہ مانگی مراد پوری کر رہے ہوں۔ اُس وقت انصاف اور انسانی حقوق کی کوئی مٹی پلید ہوتی ان کو نظر نہیں آتی، بلکہ مسلمان حکمرانوں کے اِن کارناموں پر ان کی باچھیں کھلی پڑتی ہیں۔ حد یہ ہے کہ اگر کسی ملک میں اشتراکیت زور پکڑ رہی ہو اور روس کا اثر بڑھ رہا ہو، جس سے بڑھ کر دنیا میں کوئی چیز اس گروہ کو ناگوار نہیں ہے، تو یہ لوگ ایسی حالت میں یہ کچھ بھی بخوشی گوارا کریں گے جبکہ وہاں اسلام کے "خطرے" کا قلع قمع ہو رہا ہو۔ اس کی ایک تازہ ترین مثال ملاحظہ ہو۔

اخوان المسلمین کے ساتھ ناصر نے جو سلوک کیا ہے اس پر ساری دنیائے اسلام چیخ اٹھی ہے۔ جن غیر جمہوری طریقوں سے اس تحریک کو مصر میں کچلا گیا ہے، اور عدالت کا جو مضحکہ خیز

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ڈرامہ کھیل کر اخوان کو قتل اور قید کی سزائیں دی گئی ہیں۔ اگر دنیا میں کسی اور جگہ یہ کچھ مسلمانوں کے سوا کسی اور کے ساتھ کیا جاتا تو مغربی پریس کا ردِّ عمل اس پر کچھ اور ہوتا۔ مگر چونکہ معاملہ اسلام کے احیاء کی کوشش کرنے والی ایک جماعت کا تھا اس لیے امریکہ کا مشہور ہفت روزہ "ٹائم" مصر کے حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے اس دینی جماعت کو اس انداز سے پیش کرتا ہے گویا کہ یہ "قاتلوں، رہزنوں اور ڈاکوؤں کا کوئی گروہ ہے جس کا کام سوائے قتل و غارت کے اور کوئی نہیں۔ اس لحاظ سے یہ گروہ کسی ہمدردی کا مستحق نہیں اور ناصر صاحب نے دنیا پر یہ عظیم احسان کیا ہے کہ انہوں نے اس ظالم اور سفاک گروہ کو کیفرِ کردار تک پہنچانے میں کسی تامل سے کام نہیں لیا۔ "ٹائم" کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں:

"گزشتہ ہفتے ناصر کی عدالت نے ۹۳ مجرموں کو سزائیں دیں جو اُس کا تختہ اُلٹنے کے لیے مختلف سازشیں کر رہے تھے۔ ان مجرموں میں ۹۲ آدمی مصر کی طاقتور جماعت اخوان المسلمین کے رکن تھے جو پانچ لاکھ ارکان پر مشتمل ہے۔ یہ جماعت تنگ نظر اور متعصب مذہبی دیوانوں کا ایک خوفناک گروہ ہے جو شراب نوشی اور سینما بینی اور تعلیم نسواں کو ختم کرنے کے درپے ہے اور قرآن کے مطابق زندگی بسر کرنا چاہتا ہے۔ بارہ برس پہلے اس کے چھ رہنماؤں کو ناصر پر قاتلانہ حملے کی پاداش میں تختۂ دار پر لٹکا دیا گیا تھا اور اس کے ہزاروں ارکان جیلوں میں ٹھونس دیئے گئے تھے۔ ۱۹۶۰ء میں اس کے اکثر و بیشتر افراد رہا ہو کر زیادہ خطرناک سازشیں کرنے لگے۔ ایک گروہ نے بم بنانے میں خصوصی مہارت حاصل کی۔ دوسرے نے بجلی گھروں اور برقی اور آبی طاقت کے مراکز کو تباہ کرنے میں امتیاز حاصل کیا۔ تیسرے گروہ نے آتشیں اسلحہ کی دل کھول کر سمگلنگ کی اور اس میں فنی مہارت کے خوب جوہر دکھائے۔ برسوں کی منصوبہ بندی کے بعد ناصر کو انقلابی حکومت کی تیرھویں سالگرہ کے موقع پر قتل کرنے کی ایک نئی سکیم تیار کی گئی۔ ایک گروہ کو کرنل ناصر کی کار اور اس کے جلوس کو اُڑا دینے پر متعین کیا گیا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور اس کی ناکامی کی صورت میں دوسرے گروہ کو یہ ہدایت کی گئی کہ وہ آناً فاناً اس کی گاڑی کو اُڑا دے۔ یہ دونوں منصوبے ناکام رہنے کی صورت میں ایک گروہ کو اُسے گولیوں سے چھلنی کرنے کی سخت تاکید کی گئی۔ مگر ناصر کو اپنے جاسوسوں کے ذریعہ اس سازش کا بروقت علم ہو گیا اور اُس نے الاخوان المسلمون کی وسیع پیمانے پر پکڑ دھکڑ شروع کی۔ گزشتہ ہفتے چار ماہ کی عدالتی کارروائی کے بعد سات ارکان کو پھانسی کی سزا دے دی گئی اور ۸۵ افراد کو ایک سال سے لے کر عمر قید تک کی سزائیں دی گئیں۔" (۲۱ ستمبر ۱۹۶۶ء)

اسی طرح امریکہ کے دوسرے مشہور مجلہ "نیوزویک" نے اخوان المسلمین کا ذکر کرتے ہوئے اسے ایک تنگ نظر اور متعصب دیوانوں کی دہشت پسند تنظیم سے تعبیر کیا ہے اور ناصر کی تعریف کرتے ہوئے یہ کہا: "اس نے کمال ہنرمندی، چابکدستی اور ذہانت کے ساتھ اسے ٹھکانے لگایا ہے اور اس طرح بڑی جرأت کے ساتھ رجعت پسند عناصر کا قلع قمع کیا ہے۔" (۵ ستمبر ۱۹۶۶ء)

الاخوان المسلمون پر ان دونوں امریکی پرچوں کے ان تبصروں سے یہ صاف ظاہر ہے کہ انہوں نے مصری پولیس کے ان تمام الزامات کو لفظ بلفظ صحیح تسلیم کیا ہے جو اس نے اخوان پر لگائے تھے، اور اُس نام نہاد عدالتی کارروائی کو بھی بالکل درست سمجھا ہے جس میں اخوان کو کسی صفائی کا موقع دیے بغیر سزائیں دی گئی ہیں حالانکہ اگر اسی طرح کے الزامات لگا کر اور ایسی ہی عدالتی کارروائی کر کے روس، ہنگری، یا یوگوسلاویہ میں کسی اور گروہ کے ساتھ یہی معاملہ کیا جاتا تو ٹائم اور نیوزویک کے تبصروں کی شان کچھ اور ہی ہوتی۔

یہ وہ عام رجحان ہے جو مغرب کے پورے پریس میں نظر آتا ہے۔ اس کے ہاں انسانی آزادی، قانون کی برتری، جمہوری اقدار اور انسانی حقوق کے بڑے شاندار تذکرے اور فیچر ملیں گے اور یوں محسوس ہوگا کہ پوری دنیا سے مغرب ان کی محافظ اور پاسبان ہے اور ان پر جب ذرا سی آنچ بھی آئے تو وہ سخت مضطرب ہو کر فوراً اُن قوتوں کے خلاف صف آرا ہو جاتی ہے جو انہیں پامال

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کرنے کا ناپاک عزم رکھتے ہوں۔ ممکن ہے اپنے دائرے میں وہ انسانی بنیادی حقوق کے متعلق اتنی ہی حساس ہو جتنی وہ اس کی نمائش کرتی ہے۔ لیکن یہ بات پورے وثوق کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ مسلمانوں کے بارے میں اُس کی روش انتہائی افسوسناک بلکہ شرمناک ہے۔

اگر اسلام کو دبانے اور مسلمانوں کو تباہ کرنے کے لیے کوئی سفاک آمر یا استعمار پسند قوم آگے بڑھے اور اپنے اِس مقصد کی تکمیل میں اُن تمام اقدار کو روند ڈالے جن کے یہ بڑے پرستار بنتے ہیں، تو جمہوری اقدار کے اِن علمبرداروں کے ضمیر میں قطعاً کوئی خلش پیدا نہیں ہوتی بلکہ مغربی پریس اور مغربی ممالک اس کے مظالم پر تحسین و آفرین کے نعرے بلند کرنے لگتے ہیں اور مظلوموں کے حق میں کوئی کلمۂ خیر تو درکنار، کلمۂ انصاف بھی ان کی زبان سے نہیں نکلتا۔

جب کسی مسلمان ملک میں کوئی دین پسند تحریک احیائے اسلام کا پاک اور مقدس عزم لے کر جدوجہد شروع کرے تو مغربی قوموں کو سخت خطرہ لاحق ہو جاتا ہے اور وہ ہر طرح سے اسے بدنام اور رُسوا کرنے اور اس کا راستہ روکنے کی کوشش کرتی ہیں۔ اس تحریک کے متعلق مغربی پریس طرح طرح کی بدگمانیاں پھیلاتا ہے، برسرِ اقتدار طبقوں کو اس بات پر اکساتا ہے کہ وہ اسے ختم کرنے میں پوری قوت سے کام لیں اور اس وقت تک چین نہیں لیتا جب تک کہ اس تحریک اور اس کے خادموں کی بربادی کا پوری طرح سامان نہ ہو جائے۔

اور اگر محض حُسنِ اتفاق سے کسی جگہ کوئی ایسا فرد یا طبقہ برسرِ اقتدار آجائے جو اسلام کا علمبردار نہ سہی، محض اس کے بارے میں اچھے جذبات یا نرم رویہ ہی رکھتا ہو تو مغربی پریس اُس کے پیچھے پنجے جھاڑ کر پڑ جاتا ہے، اس کی معمولی کوتاہیوں اور لغزشوں کو بڑی شد و مد کے ساتھ اُچھالتا ہے، اُسے ذلیل و خوار کرنے کے لیے اس کے بارے میں طرح طرح کی خبریں گھڑتا ہے اور اُس وقت تک دم نہیں لیتا جب تک کہ غیر اسلامی قوتیں اُس پر پوری طرح غالب آ کر اُسے برباد نہیں کر دیتیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مغربی پریس کے اس طرز عمل کا اندازہ کرنے کے لیے عقل کی کوئی زیادہ مقدار درکار نہیں۔ آپ صرف گزشتہ چند سالوں کے واقعات پر نظر ڈالیں تو آپ کو حقیقتِ حال معلوم ہو جائیگی۔

ٹرکی کے سابق وزیر اعظم عدنان میندریس مرحوم اور اُن کی پارٹی کے لوگ اسلام کے بارے میں آتا ترک کے برعکس معاندانہ طرز عمل اختیار کرنے کے بجائے صرف اچھے جذبات رکھتے تھے اور اُس ظلم و ستم کو ختم کرنا چاہتے تھے جو "ترکِ ناداں" اور اس کے ساتھیوں نے دینِ حق اور اس کے پیرؤوں کے خلاف شروع کر رکھا تھا۔ ان حضرات کا جرم صرف اسی قدر تھا کہ انھوں نے عبادات اور دوسرے اسلامی احکام کی بجاآوری میں ترک عوام کو آزادی دی۔

مغربی ممالک نے جس وقت یہ دیکھا کہ عدنان میندریس اور اس کی پارٹی مسلمانوں کے دینی احساسات کا احترام کرتی ہے اور وہ عوامی خواہشات کو بروئے کار لانا چاہتی ہے تو اُن کی خبر رساں ایجنسیوں اور ان کے پریس نے فوراً اس کے خلاف پروپگنڈے کے سارے ہتھیار سنبھال لیے اور اُسے دنیا بھر میں آزادیٔ رائے کی دشمن حکومت کی حیثیت سے بدنام کرنا شروع کر دیا۔ یہ پروگرام ایک مگے بندھے منصوبے کے تحت مسلسل چلتا رہا یہاں تک کہ اس شدید اقدام کے لیے زمین ہموار ہو گئی جو مغربی قومیں چاہتی تھیں کہ میندریس اور اُس کے رفقاءِ کار کے خلاف کیا جائے۔ پراپگنڈہ کے اسی طوفان میں آخر کار فوجی انقلاب برپا ہوا اور عدنان میندریس اور اُس کے ساتھیوں کو تختۂ دار پر لٹکا دیا گیا۔ یہ کام عدل و انصاف کے سارے تقاضوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے حیرت انگیز عجلت کے ساتھ کیا گیا۔ لیکن وہ ممالک اور وہ خبر رساں ایجنسیاں جو عدنان میندریس کے خلاف آسمان سر پر اٹھائے ہوئے تھیں انہوں نے اس غیر جمہوری اور سفاکانہ طرز عمل کے خلاف ایک لفظ تک نہ کہا بلکہ اسے رجعت پسندی پر عقلیت کی فتح تصور کرتے ہوئے خوشی کے شادیانے بجائے۔

اب ذرا دوسرا رُخ دیکھیے۔ میندریس کو ہٹا کر برسرِ اقتدار آنے والی حکومت نے جس بیدردی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے ساتھ شہری آزادیوں کو پامال کیا اس کے متعلق نہ تو ان مغربی ممالک کے پریس کو احتجاج کرنے کی توفیق نصیب ہوئی اور نہ ان کی خبر رساں ایجنسیوں نے اس ظلم و ستم کے متعلق دنیا کو آگاہ کیا۔ بلکہ استبداد کے اس پورے دور میں انقلابی حکومت کو حق بجانب ثابت کرنے کے لیے زوردار مقالے لکھے گئے اور عدنان مینڈریس اور جلال بایار کے بارے میں ایسے ایسے واقعات تراش تراش کر منظر عام پر لائے گئے جن سے مقصود یہ تھا کہ جسٹس پارٹی ذلیل اور بدنام ہو اور عوام کے اندر یہ احساس پیدا ہو کہ چلو اچھا ہوا کہ ایک ظالم جماعت کا قلع قمع ہو گیا۔ اس پورے عرصے میں ان خبر رساں ایجنسیوں کو ایک مرتبہ بھی شہری آزادیوں کے تحفظ، انسانی بنیادی حقوق کے احترام اور جمہوری اقدار کی حمایت کا خیال نہ آیا اور ملک کے اندر ظلم و ستم کی چکی ایسی خاموشی کے ساتھ چلتی رہی کہ دنیا کو کانوں کان بھی اس کی کوئی خبر نہ ہوئی۔ اب ایک عوامی حکومت کے قیام کے بعد یہ راز افشا ہوا ہے کہ جن لوگوں نے شہری آزادیوں کا گلا گھونٹنے کے الزام میں مینڈریس کی حکومت کا تختہ الٹا تھا، انہوں نے ۵ ہزار افراد کو مقدمہ چلائے بغیر ۵ سال سے اوپر جیلوں میں قید کیے رکھا اور ان بدنصیبوں کو آج رہائی ملی ہے۔

امریکہ اور اس کے مغربی دوست اسلام کے بارے میں جو جذبات رکھتے ہیں ان کا اندازہ اس بات سے بآسانی کیا جا سکتا ہے کہ اپنے جغرافی مقام کے لحاظ سے روس کے مقابلہ میں ٹرکی ان کا سب سے زیادہ قیمتی اور کارآمد حلیف ہے۔ اگر ٹرکی روس کے اثر میں آجائے تو وہ اس کو سیدھا بحر ابیض (میڈیٹرینین) میں لا کھڑا کر سکتا ہے، اور اگر وہ مغربی ممالک کے ساتھ ہو تو جنگ کی حالت میں اہلِ مغرب عین روس کے پیٹ میں خنجر بھونک سکتے ہیں۔ اہلِ مغرب ٹرکی کی اس اہمیت سے خوب واقف ہیں اور اسی لیے وہ وہاں اپنا بہت بڑا سرمایہ کھپا رہے ہیں۔ ان کو یہ بھی خوب معلوم ہے کہ اگر ٹرکی میں آئیڈیالوجی کے اعتبار سے ایک خلا واقع ہو جائے تو عیسائیت یا کوئی مغربی آئیڈیالوجی اسے نہیں بھرے گی بلکہ کمیونزم اس کو بھرنے کے لیے آجائے گا اور روس کے ساتھ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ترکوں کی تاریخی عداوت اُس کا راستہ زیادہ دیر تک نہیں روک سکتی - آخر اسی عداوت کے باوجود ترکی کے حالیہ انتخابات میں ایک ایسی پارٹی تین لاکھ سے زیادہ ووٹ حاصل کر چکی ہے جو صریح اشتراکی میلانات رکھتی ہے - وہ کھلی آنکھوں سے یہ بھی دیکھ رہے ہیں کہ شام اور مصر کس طرح اشتراکیت کے سیلاب میں بہ چکے ہیں اور ان کے ساتھ اگر ترکی بھی بہ نکلے تو اس کے نتائج کیا ہوں گے - مگر یہ سب کچھ دیکھتے ہوئے بھی وہ کسی طرح یہ برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں کہ ترکی میں اسلام زندہ ہو - اس کا اشتراکی ہو جانا انہیں قبول - اس کا روس کی گود میں چلا جانا انہیں گوارا - مگر یہ کسی طرح قابلِ برداشت نہیں کہ ترکی مساجد کے میناروں سے عربی اذان پھر سے بلند ہونے لگے - ابھی پچھلے دنوں کی بات ہے کہ ترکی پارلیمنٹ کے اجلاس، کمالی انقلاب کے بعد پہلی مرتبہ رمضان کے زمانے میں افطار کے وقت سے پہلے برخاست کیے جانے لگے تو مغربی پریس کو یہ بہت اہم خبر محسوس ہوئی اور اس نے دنیا بھر کو اس سے مطلع کرنا ضروری سمجھا - مگر اس بات میں ان کے لیے کوئی خبریت نہ تھی کہ ان کی دل پسند انقلابی حکومت ۵ سال کے دوران میں پچاس ہزار آدمیوں کو پکڑ پکڑ کر قید کرتی رہی -

---

مغربی ممالک کا یہی رویہ نائیجیریا کے معاملہ میں نظر آتا ہے - جب تک احمدو بیلو اور ابوبکر تفاوا بلیوا (اللہ تعالیٰ ان کی قبروں کو نور سے بھر دے)، جیسے خادمِ دین حضرات برسرِ اقتدار رہے اسی وقت تک مغربی پریس کو جمہوریت کا غم کھاتا رہا اور وہ برابر ان کے خلاف یہ پروپیگنڈا کرنے میں مصروف رہا کہ یہ حضرات جمہوریت کا خون کر رہے ہیں اور ان کے وجود سے جمہوری اقدار کو خطرہ لاحق ہے - لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان حضرات سے آزادی اور انسانی بنیادی حقوق کو کسی قسم کا خطرہ نہ تھا اصل میں مغرب کے لیے تشویش کی باعث یہ چیز تھی کہ نائیجیریا میں مسلم اکثریت ایک موثر قوت کی حیثیت سے امورِ مملکت پر حاوی ہوتی جا رہی تھی اور اس میں غالب عنصر ایسے نیک اور خدا ترس افراد کا تھا جنہیں دنیاوی جاہ و جلال کی بہ نسبت دین عزیز تر تھا - یہ صورتِ حال دنیائے مغرب کو کسی طرح بھی گوارا نہ تھی - اسی وجہ سے وہ ان حضرات کے خلاف مسلسل زہر اگلتے رہے اور انہیں اس وقت تک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سکونِ خاطر نصیب نہ ہوا جب تک کہ احمد بیلو اور ابوبکر تفاوا بلیوا جیسی عظیم شخصیتوں کو موت کے گھاٹ اتار کر عیسائی اقلیت کے چند فوجی افسر مسندِ اقتدار پر متمکن نہ ہو گئے۔ اقتدار کی اس تبدیلی کے بعد مغربی پریس وقتاً فوقتاً دنیا کو یہ خبریں سناتا رہا کہ جنرل آئرونسی حالات کو سدھارنے کے لیے کس خوبی کے ساتھ کام کر رہا ہے۔ مگر اس امر کا بھول کر بھی کوئی تذکرہ اس پریس میں نہ آیا کہ یہ عیسائی جنرل اکثریت پر اقلیت کو مسلط کرنے کے لیے کیا تدبیریں کر رہا ہے اور اس سے بھی کچھ جمہوری اقدار پامال ہو رہی ہیں یا نہیں۔ اس کا ذکر کرنا کیا معنی، اُلٹے اس بے انصافی کو جائز ثابت کرنے کے لیے عجیب و غریب دلائل دیئے جانے لگے۔ اب نائیجیریا میں جو تازہ انقلاب ہوا ہے اس کے بعد اہلِ مغرب کو تمام تر فکر اس بات کی ہے کہ اگر مسلم اکثریت پر غیر مسلم اقلیت حاوی نہ ہو سکے تو کم از کم یہی ہو کہ اس ملک کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں اور افریقہ کے اس سب سے زیادہ آباد ملک پر مسلم اکثریت کا اقتدار قائم نہ رہنے پائے۔ یہ ہے ان بدباطن لوگوں کا کردار جو ہمیں رواداری اور جمہوریت کے سبق دیتے ہیں اور دنیا میں عدل و انصاف کے علمبردار بنے پھرتے ہیں۔

یہ سب واقعات اس حقیقت پر شاہد ہیں کہ مغربی قوموں کو جمہوریت، آزادیٔ رائے اور بنیادی انسانی حقوق کا غم بس اُسی وقت لاحق ہوتا ہے جب دنیا میں کہیں اسلام کے لیے کوئی کام ہوتا نظر آئے۔ اسلام کی سربلندی کا خطرہ سامنے آتے ہی ان کے پیٹ میں جمہوریت کے مروڑ اُٹھنے شروع ہو جاتے ہیں اور وہ اُن قوتوں کے خلاف مکروہ پروپیگنڈے کی ناپاک مہم شروع کر دیتی ہیں جو اس "خطرے" کے پیچھے کام کرتی دکھائی دیتی ہوں لیکن اسلام کا راستہ روکنے اور اس کی اقدار حیات کو پامال کرنے کے لیے خواہ کتنے ہی مظالم کیے جائیں، کتنی ہی صریح بے انصافیوں کا ارتکاب کیا جائے، کیسے ہی غیر جمہوری اور غیر اخلاقی طریقے اختیار کیے جائیں، ان کے ضمیر پر جوں تک نہیں رینگتی، نہ ان کے دلوں میں کوئی معمولی ارتعاش تک پیدا ہوتا ہے۔ مصر میں آج جو کچھ ہوا ہے، اشتراکی بلاک نے اس پر خوشی کے ڈھول پیٹے ہیں اور مغربی بلاک نے اس پر آفرین و

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صدر آفرین کی صدائیں بلند کی ہیں۔ کوئی آنکھ اس اندوہناک صورتِ حال پر نمناک نہیں ہوئی کسی دل میں یہ احساس پیدا نہیں ہوا کہ متاعِ حیات سے محروم ہونے والے اور مصری حکام کے ہاتھوں دردناک عذاب کی سختیاں جھیلنے والے انسانی برادری ہی کے معزز ارکان ہیں اور اُن کے لیے بھی آزادی اور انصاف کے تقاضے اتنی ہی اہمیت رکھتے ہیں جتنے کہ خود اِن کے لیے۔ الاخوان المسلمون کے ختم ہونے سے چونکہ اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچتا ہے اس لیے مغربی قومیں صدر ناصر کے اس ظالمانہ اقدام پر بڑی مسرور ہیں اور اس بات پر مطمئن ہیں کہ ناصر صاحب ان کی ناپاک خواہشات کی تکمیل میں دانستہ یا نادانستہ ممد و معاون ثابت ہو رہے ہیں۔

اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں مغربی پریس کی یہ روش کوئی ایسا حادثہ نہیں ہے جسے محض اتفاق پر محمول کر کے نظر انداز کر دیا جائے۔ اس کے اسلام دشمن طرزِ عمل میں اتنی استواری اور پائیداری ہے کہ انسانی عقل اس کے علاوہ کوئی دوسری چیز باور ہی نہیں کر سکتی کہ وہ یہ سب کچھ ایک سوچے سمجھے اندازِ فکر، لگے بندھے منصوبے اور متعین مقاصد کی تکمیل میں کر رہا ہے۔ اس کا یہ طرزِ عمل چند صحافیوں اور خبر رسانوں کے ذاتی ذوق یا رجحان کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ پوری پوری قوموں اور سلطنتوں کی پالیسی یہی ہے۔ بلکہ یہ اہلِ مغرب کی مشترک بین الاقوامی پالیسی ہے اور پریس اس کا ایک بڑا مؤثر آلۂ کار ہے۔ کم از کم اس معاملہ میں پریس ایک خود مختار ادارہ نہیں ہے جو اپنی قوموں کی پالیسی سے ہٹ کر اپنی کوئی الگ پالیسی چلاتا ہو۔

یہ ہو سکتا ہے کہ مغربی پریس کے مختلف مدارسِ فکر ہوں اور مختلف مفادات کے محافظ و نگراں اور مختلف افکار و نظریات کے ترجمان کی حیثیت سے یہ پریس متعدد کیمپوں میں بٹا ہوا ہو۔ ان میں باہمی سر پھٹول اور چپقلش بھی ہو سکتی ہے لیکن مسلمانوں کے معاملہ میں اس سارے پریس کے قریب قریب یکساں طرزِ عمل کو دیکھتے ہوئے یہ حقیقت نہایت واضح طور پر کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ خواہ اس کے اپنے اندر کتنے ہی اختلافات پائے جائیں مگر اس ایک معاملے میں اس کے اندر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مکمل یک جہتی اور اتحاد ہے۔ وہ مسلمانوں کو مسلمان نہیں دیکھ سکتا۔ وہ اسلام کو سر اٹھاتے نہیں دیکھ سکتا۔ وہ اسلام کے رشتے کی بنا پر مسلمانوں کو متحد ہوتے نہیں دیکھ سکتا۔ وہ کسی مسلمان قوم کو طاقت پکڑتے نہیں دیکھ سکتا۔ جہاں بھی اسے اسلام کے ایک زندہ طاقت کی حیثیت سے اُبھرنے کا اندیشہ لاحق ہوتا ہے، یہ پورا پریس اس کا راستہ روکنے کی کوشش کرتا ہے۔

جب تک مغربی اقوام مسلمانوں پر براہِ راست مسلط رہیں اُس وقت تک تو وہ خود اپنے ہاتھ سے آزادی، حریت، انسانی بنیادی حقوق اور انصاف کا خون کرتی رہیں۔ اسلام اور اسلامی تحریکات کو دبانے میں ہر قسم کے ظلم سے کام لیتی رہیں۔ مگر انہیں اس امر کا پُوری طرح احساس تھا کہ وہ ان ممالک پر خود زیادہ دیر تک مسلط نہیں رہ سکیں گی۔ اور ایک نہ ایک دن ان ممالک کو آزاد ہی کرنا پڑے گا۔ اس لیے انہوں نے شروع ہی سے اس امر کا پورا طرح اہتمام کیا کہ اُن کے جسم کے ساتھ اُن کی رُوح یہاں سے رخصت نہ ہونے پائے، بلکہ وہ مسلمانوں کے ایک طبقے کے اندر حلول کر کے اسے مغربی قوموں کے مقاصد کی تکمیل کا ایک موثر ذریعہ بنا دے۔ چنانچہ ان قوموں نے اپنی "روحِ بد" کا وارث بنانے کے لیے مسلمانوں کے اندر ایک ایسے طبقے کا انتخاب کیا جسے وطن، دین، ایمان، اخلاق، الغرض دنیا کی ہر چیز کے مقابلے میں اپنے مفادات عزیز تر تھے۔ اس بے ضمیر طبقے کو اپنا صحیح طور پر جانشین بنانے کے لیے اس کی بڑی تربیت کی گئی اور قوم کے اندر اس کے اثر و رسوخ کو بڑھانے کے لیے مختلف چالیں چلی گئیں۔ سب سے پہلے ان کی تعلیم کے لیے خاص انتظامات کیے گئے تاکہ مسلم سوسائٹی اور اُن کے درمیان زیادہ سے زیادہ بُعد اور بیگانگی پیدا ہو، وہ رنگ و نسل کے اعتبار سے مسلم معاشرے سے تعلق رکھنے کے باوجود افکار و نظریات اور احساسات جذبات کے اعتبار سے غیر ملکی ہوں، اور مغربی فرمانرواؤں کے رخصت ہو جانے کے بعد وہ اُنہی کے سے جابرانہ طرزِ فکر کے ساتھ مسلمانوں پر اپنی گرفت مضبوط رکھ کر انہیں اُسی طرح ستائیں جس طرح کہ مغربی قومیں اُنہیں دو سو سال سے ستا رہی ہیں۔ تعلیم و تربیت کے ان ابتدائی مراحل سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گزارنے کے بعد انہیں مسلم عوام کی گردنوں پر اس طرح مسلط کیا گیا کہ وہ اپنے بھائی بندوں سے الگ تھلگ رہیں اور اپنے آپ کو برتر اور اپنے بھائیوں کو کم تر مخلوق سمجھتے ہوئے ان سے معاملہ کریں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلم معاشرے کے بطن سے ایک ایسا طبقہ پیدا ہو گیا جسے مسلم قوم، اس کے مسائل، اس کی تہذیب و تمدن، اس کی روایات، اور اس کی قوت کے اصل محرکات سے قطعاً کوئی تعلق نہ تھا۔ یہ طبقہ عام مسلم سوسائٹی کے احساسات سے یکسر بیگانہ ہو کر رہا۔ اس کا تعلق خاطر اپنی ملت سے زیادہ دوسری قوموں سے تھا۔ اسے ان کے مقاصد حیات، ان کے افکار و نظریات، اور ان کے طرز زندگی زیادہ عزیز تھے۔ فکر و احساس کے اس غیر فطری نشو و نما نے اس طبقے کے اندر بہت سے نفسیاتی عوارض پیدا کر دیئے۔ ان سب میں بڑا عارضہ احساس کہتری ہے۔ عام مسلم سوسائٹی چونکہ انہیں اپنے ہاں عزت و احترام کا کوئی مقام دینے پر آمادہ نہ تھی اور غیر ملکی حکمران ایسے بے ضمیر طالع آزماؤں کو اپنے ناپاک مقاصد کی تکمیل کے سوا اور کسی دوسرے مصرف کے لیے مفید نہ سمجھتے تھے۔ اس لیے اس طبقے کے اندر بڑی شدت کے ساتھ یہ احساس پیدا ہوا کہ اسے اگر دنیا میں عزت کے ساتھ رہنا ہے تو اس کے لیے بس ایک ہی راستہ ہے، وہ یہ کہ وہ کسی طرح مسند اقتدار کے ساتھ چمٹا رہے اور اقتدار کی قوت سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک طرف اپنے لیے زیادہ سے زیادہ مادی منافع حاصل کرے اور دوسری طرف اپنی قوم کو کچلنے کے لیے ہر ممکن تدبیر اختیار کرے تاکہ پوری قوم مفلوج ہو کر رہ جائے اور کوئی چیز بھی اس کی تکمیلِ ہوس میں مزاحم نہ ہو سکے۔ اسی غرض کے لیے مغربی قومیں ان طبقوں کو ہر جائز و ناجائز طریقے سے مشرقی ممالک میں مسلط رکھنے پر مُصر ہیں اور جہاں ان کے تسلط کا سوال پیدا ہوتا ہے وہاں وہ جمہوریت، آزادیٔ رائے اور انسانی بنیادی حقوق کے وہ سارے مواعظِ حسنہ بھول جاتی ہیں جو اپنے ہاں ان کی نظر میں دین و ایمان کی حیثیت رکھتے ہیں، جنہیں اپنے ہاں کے حکمرانوں سے تسلیم کروانے کے لیے وہ خود ایک طویل اور خوفناک کشمکش سے گزر چکی ہیں۔ اپنے ملکوں میں وہ ان حقوق کی زبردست حامی ہیں، مگر مسلمان ممالک میں ان کی ساری

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہمدردیاں ان حقوق کے علمبرداروں کے ساتھ نہیں بلکہ ان کے پامال کرنے والوں کے ساتھ ہیں۔ ان ملکوں کے لیے وہ جمہوریت کے بجائے آمریت کو زیادہ موزوں سمجھتی ہیں۔ ان ملکوں کے معاملہ میں وہ اکثریت کی حکومت کا اصول ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں کیونکہ وہ لامحالہ مسلم قوم کے عزائم اور ارادوں کی ترجمان ہوگی۔ اس کے برعکس مغرب زدہ اقلیت کے تسلط کے قیام کے لیے ناپاک کوششیں ہوتی ہیں اس اقلیت کو آزادئ رائے کا خون کرنے اور عوامی احساسات و جذبات کو کچلنے پر اکسایا جاتا ہے۔ جو من چلے اس کام میں زیادہ جری اور بے باک ہوں اور زیادہ سفاکی اور زبردست آمریت کا مظاہرہ کریں ان کی مدح و ستائش کے قصیدے پڑھے جاتے ہیں۔ مغربی پریس ان کی پیٹھ ٹھونکتا ہے اور قوم کے حقیقی بہی خواہوں اور اس کی امنگوں کی ترجمانی کرنے والے مخلص خادموں کو دنیا میں رسوا اور بدنام کرنے کے لیے ہر طریقہ اور حربہ استعمال کیا جاتا ہے۔

مغربی قوموں کا یہ طرزِ عمل استعمار پرستوں کے لیے بیشمار فوائد کا حامل ثابت ہوا ہے مسلمان حکمرانوں اور عوام کے درمیان، اور خود ان میں بھی باہم اتحاد کی جگہ زبردست سرپھٹول شروع ہوگئی اور بھائی نے بھائی کے دکھ درد میں شریک ہونے اور دستِ تعاون بڑھانے کے بجائے اس کا گلا کاٹنا شروع کر دیا۔ اس طرح مسلم اقوام کے ذرائع و وسائل تعمیر و ترقی کی راہ پر صرف ہونے کے بجائے ایک دوسرے کو مٹانے اور برباد کرنے میں صرف ہونے لگے۔ مشرق سے مغرب تک اکثر و بیشتر مسلمان ریاستوں کو اس باہمی نزاع نے جو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچایا ہے وہ بیان سے باہر ہے۔ لاکھوں نہیں کروڑوں اور اربوں روپے خود اپنے آپ کو تاخت و تاراج کرنے میں لگ گئے ہیں اور ابھی تک یہ سلسلہ کہیں ختم نہیں ہونے میں آتا۔ مصر، جس کے معاشی منصوبوں کے بارے میں اتنے بلند بانگ دعوے کیے جاتے ہیں، اس کی معیشت بالکل برباد ہو گئی ہے۔ اس کے میزانیہ کا ایک بہت بڑا حصہ حکمران طبقوں کی برتری کا نقش دلوں پر بٹھانے اور ان کی غلط پالیسیوں کو حق بجانب ثابت کرنے اور ان کی شخصیتوں کو مصنوعی طور پر ابھارنے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور عوام میں مقبول ہونے میں صرف ہو رہا ہے۔ اس کے علاوہ حکمرانوں کو اکثر اوقات خود ایسے جھگڑے اٹھانے پڑتے ہیں جن سے قوم کی توجہ اُن کے اعمال و افعال اور اُن کے غلط طرزِ عمل کے خطرناک نتائج سے ہٹ کر بعض دوسرے مسائل میں اُلجھ کر رہ جائے اور حکمران بڑی بے خوفی کے ساتھ عوام کو اپنی پالیسیوں کا تختۂ مشق بناتے رہیں۔ صدر ناصر نے یمن میں جو مہم جاری کر رکھی ہے اس نے مصری معیشت کی کمر توڑ کر رکھ دی ہے، اور مصر کو مالی اور فوجی لحاظ سے اس قابل نہیں چھوڑا ہے کہ اگر اسرائیل عرب ملکوں پر کوئی دست درازی کرے تو مصر اس کی مزاحمت کر سکے۔ ان حالات میں آئے دن ناصر صاحب کے قتل کی سازشوں اور ان کی جان پر حملوں کے جو نت نئے افسانے گھڑے جاتے رہے ہیں اور ناکردہ گناہوں کی پاداش میں اخوانیوں پر ظلم کے جو پہاڑ توڑے جاتے ہیں، اس سب کے پیچھے یہ بیمار ذہنیت کام کر رہی ہے کہ روز ایک نیا ہوا دکھا کر لوگوں کو ان تباہ کن پالیسیوں کے نتائج سے غافل کیا جائے اور قومی احساسات کے علی الرغم محض قوت کے بل پر لوگوں کی گردنوں پر تاحینِ حیات مسلط رہا جائے۔

ترکی بھی مدتِ دراز سے اسی کشمکش کی آماجگاہ بنا ہوا ہے۔ ایک مختصر سا مغرب زدہ طبقہ ترکوں کے عوامی جذبات کے برعکس مغربی تہذیب و تمدن کی عملداری قائم کرنے کے درپے ہے مگر عوام اسے اپنی موت سمجھتے ہیں۔ انتخابات کا جب کبھی موقع ملتا ہے، عوام اپنی پسند کی اکثریت منتخب کر کے لے آتے ہیں۔ مگر جب اکثریت عوام کی مرضی کے مطابق کام کرنے لگتی ہے تو وہ چھوٹا سا طبقہ زبردستی حکومت کا تختہ الٹ دیتا ہے۔ اس باہمی آویزش میں نہ صرف ملکی دولت کی بربادی ہوئی ہے بلکہ بکثرت قیمتی جانیں بھی ضائع ہوئی ہیں۔ جان و مال کے اس زیاں اور اس کشمکش نے ترکی کی قوت کو سخت نقصان پہنچایا ہے اور وہ ملک جس کی ہیبت سے کبھی پورا یورپ لرزتا تھا آج اپنی آزادی کو بھی بمشکل برقرار رکھ رہا ہے۔ کاش کوئی

(باقی صفحہ پر)

© rasailojaraid.com